شیخ الرئیس بوعلی سینا
اور
مرضِ عشق

از حکیم محمد عطاءالرحمٰن سیوانی ندوی۔ بی۔یو۔ٹی۔ایس (علیگ)
لٹریری ریسرچ ایونٹ۔ اجمل خاں طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

(۲)

بہرحال منوچہر فلک المعالی سلطان محمود سے دبتا تھا اور چہار مقالہ میں جہاں قابوس سے شیخ کی ملاقات کا ذکر ہے وہاں قابوس بھی سلطان محمود کے مقابلہ میں ایک نرم انداز اختیار کرتا ہوا دکھایا گیا ہے جو یقیناً اس کے بیٹے نے اختیار کیا تھا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ لکھتے وقت نظامی عروضی کے پیش نظر منوچہر فلک المعالی تھا مگر کسی وجہ سے اس سے سہو ہوگیا اور اس نے منوچہر کے بجائے اس کے باپ قابوس کا نام لکھ دیا۔

(ج) قزوینی نے شیخ کے دو تسامح گنائے ہیں۔ ایک یہ کہ اس نے اسے رے میں وزارت کے عہدہ پر فائز بتایا ہے۔ دوسرے یہ کہ شہنشاہ علاءالدولہ کا وزیر قرار دیا ہے۔

شیخ کی زندگی ایک طویل و غیر مختتم شورشوں کی داستان ہے اور بجائے خود ایک دلچسپ تاریخ بننے کی مستحق ہے وہ جرجان سے رے گیا، رے سے قزوین گیا، ہمدان گیا اور آخر

میں اصفہان گیا۔ جرجان سے کیوں بھاگا؟ کیوں کہ اسے خوف تھا کہ محمود غزنوی جو اس کی انقلابی سرگرمیوں پر متنبہ ہو چکا تھا اسے وہاں سے اسی طرح گرفتار کرالے گا جس طرح اس نے خوارزم سے پکڑوانے کی کوشش کی تھی، لہٰذا وہ رے پہنچا جو اس زمانہ میں قرامطہ کا ایک بہت بڑا گڑھ تھا، مگر وہاں کچھ عرصہ رہنے کے بعد جب اپنی دال گلتی نظر نہ آئی نیز محمود کے حملہ کی متواتر خبریں آنا شروع ہوئیں تو وہاں سے بھاگ کر قزوین و ہمدان پہنچا اور بہت جلد اپنی قابلیت کی بنا پر وزارت کے لائق سمجھا گیا۔ باایں ہمہ اس نے اپنی انقلابی سرگرمیاں بھی جاری رکھیں جس کے نتیجہ میں قزوین میں بار بار شدید بلوے اور شورشیں ہوتی رہیں اور انھیں منظم کراتا رہا تا آنکہ مجبور ہو کر وہ اصفہان پہنچا جہاں ایک کٹر شیعی علاء الدولہ کاکویہ برسرِ اقتدار تھا۔ ادھر رے کو فتح کرنے کے بعد محمود نے اصفہان پر حملہ کیا مگر یہ شیخ کے حسن تدبیر ہی کا نتیجہ تھا کہ علاء الدولہ نے بار بار شکست کھانے کے باوجود بھی ہتھیار نہیں ڈالے۔ محمود نے ۴۲۱ھ میں وفات پائی اور اس کا بیٹا مسعود اس کا جانشین ہوا۔ اس نے بھی باپ کی طرح اصفہان پر فوج کشی جاری رکھی اور ایک حملہ میں تو علاء الدولہ کو اتنی عظیم شکست فاش ہوئی کہ اس کی بہن بھی گرفتار ہو کر دشمنوں کے ہاتھ میں چلی گئی۔ علاء الدولہ کے لئے مرنے کا مقام تھا مگر شیخ نے اس کی ہمت بندھائی اور مسعود کو پیغام بھیجا کہ یہ لڑکی اعلیٰ خاندان کی ہے، آپ اس سے شادی کرلیں، اصفہان جہیز میں دے دیا جائے گا۔ مسعود فریب کھا گیا اور اس سے شادی کرلی مگر شیخ نے ایفائے وعدہ نہ کیا۔ اور اصفہان مسعود کے قبضہ میں نہیں دیا، مسعود نے جھلا کر لڑکی کو طلاق دے دی اور کہلا بھیجا کہ میں اسے لشکر کے غنڈوں کو آبروریزی کے لئے دے دوں گا، یہ واقعی علاء الدولہ کے لئے مرجانے کا مقام تھا، مگر شیخ کی حکمت عملی پھر کام آئی اور اس نے کہلا بھیجا کہ لڑکی کی عزت وناموس کی ذمہ داری باپ بھائی پر اُس وقت تک ہے جب تک وہ کنواری ان کے گھر رہے۔ شادی کے بعد اس کی عزت وآبرو کی ذمہ داری اس کے شوہر اور سسرال والوں پر عائد ہوتی ہے۔ اب اگر اس لڑکی کے ساتھ کوئی ناشائستہ حرکت ہوتی ہے تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ علاء الدولہ کی بہن کے ساتھ ایسا ایسا ہوا بلکہ ساری دُنیا یہی

بھیجی کہ شہنشاہ روئے زمین سلطان مسعود کی بیوی کے ساتھ لشکر کے غنڈوں نے بُرا کام کیا۔ مسعود کو ڈپلومیٹک شکست (Diplomatic Defeat) ہوئی اور اُس نے لڑکی کو پورے عزت واحترام کے ساتھ اس کے میکے واپس کر دیا۔

قزوینی نے تو اس حکایت کے اس جز کو بے اصل بتایا تھا جو البیرونی کے غزنی جانے کے متعلق ہے، لیکن آقائے سعید نفیسی نے باقی حکایت کی صحت بالخصوص شیخ و محمود غزنوی کے تعلقات کے بارے میں جو کچھ مشہور ہے اس سے انکار کیا ہے، فرماتے ہیں۔

"داستانے کہ دربارۂ ابن سینا و محمود غزنوی رواج بسیار دارد یکلی ساختگی و نادرست، چناں می نماید کہ ایں داستان را نخست نظامی عروضی سمرقندی در چہار مقالہ جعل یا از ماخذ نامعتبر نقل کردہ باشد"[1]

اس تغلیط کی تائید میں آقائے موصوف نے تین دلیلیں دی ہیں

(الف) "نخست آں کہ ابو نصر عراق و ابو الریحان بیرونی و ابو الخیر خمار تا پایان پادشاہی خوارزم شاہیاں در خوارزم ماندہ اند"[2]

(ب) "دلیل دیگر ایں است کہ ابن سینا خود صریحًا در سرگذشت خویش می گوید ——— بیروں رفتن وے از خوارزم در ہماں زمانے رخ دادہ است کہ قابوس درگذشتہ۔ دلیل دیگر ایں است کہ قطعًا ابن سینا سراسر در زندگی خود قابوس را ندیدہ و با او در برنخوردہ است"[3]

(ج) "خواجہ حسین بن علی میکال کہ نظامی می نویسد دریں واقعہ رسول محمود در دربار خوارزم بودہ است درست معلوم نیست، کیست دریں خاندان ابو عبد اللہ حسین

---

[1] ملاحظہ ہو سعید نفیسی، پور سینا ص ۱۵۲

[2] " " " ص ۱۵۲

[3] " " " ص ۱۵۲

> بن ابوالقاسم علی مطوعی یگانہ کسی است کہ حسین بن علی بودہ است و تا حوالی ۴۰۸ھ
> زندہ بودہ است۔ گمان نمی رود این حسین بن علی کہ تا حدود ۴۲۱ھ زندہ بودہ ۲۱ سال
> پیش از آن بدان درجہ از احترام و اہمیت رسیدہ بودہ باشد کہ محمود ورا بدربار خوارزم
> شاہ بہ رسالت فرستادہ باشد۔[1]

آقائے نفیسی کی پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ البیرونی وغیرہ ۴۰۸ھ میں جرجانیہ کے اندر ضرور پائے جاتے ہیں جہاں سے محمود غزنوی انھیں اپنے ہمراہ لے گیا تھا۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ اس سے پہلے جرجانیہ سے باہر نہ نکلے ہوں یا ۴۰۳ھ میں غزنی نہ گئے ہوں۔ تاریخ شاہد ہے کہ ۴۰۳ھ کے قریب عزیز مصر کا سفیر مشرقی ممالک میں فاطمی خلفاء کا پروپیگنڈا کرنے کے لئے آیا تھا جب سلطان محمود کو یہ معلوم ہوا تو اس نے ہر قسم کی احتیاطی تدابیر کرنا شروع کیں، چوں کہ شیخ بھی ایک خطرناک انقلابی تھا اور جرجانیہ خوارزم اس زمانہ میں قرامطہ کا گڑھ تھا مگر محمود شیخ کو کوئی اہمیت دے کر قومی ہیرو نہیں بنانا چاہتا تھا (ورنہ وہ اسے خاموشی سے گرفتار کرالیتا) اس لئے اس نے گورالی خوارزم سے ایک طرح کی ثقافتی تبادلہ (CULTURAL EXCHANGE) کی خواہش کی مگر شیخ کے دل میں چور تھا لہذا وہ یہ خبر سنتے ہی جرجانیہ سے فرار ہوگیا، باقی فضلاء خوارزم محمود کے فرمان کے بموجب قاصد کے ہمراہ غزنی چلے آئے، ظاہر ہے سلطان کو تو ابن سینا کی تلاش تھی جس کی انقلابی سرگرمیوں پر کڑی نگرانی رکھنے کے لئے وہ غزنی میں نظر بند رکھنا چاہتا تھا، مگر وہ سونے کی چڑیا تو اڑ گئی لہذا ان بے ضرر فضلاء کے غزنی میں رکھنے پر اسے کوئی اصرار نہیں ہوا۔ اور چوں کہ یہ لوگ اپنے وطن مالوف واپس جانا چاہتے تھے لہذا جلد ہی خوارزم لوٹ گئے جہاں وہ لوگ ۴۰۸ھ تک جبکہ سلطان محمود نے خوارزم کو فتح کیا مقیم رہے۔

دوسری دلیل کا جواب سابق میں مذکور ہوچکا ہے، شیخ کی قابوس سے یقیناً ملاقات نہیں ہوئی اور غالباً یہاں نظامی عروضی سے تسامح ہوا ہے کہ اس نے بیٹے کے بجائے باپ کا

---

[1] ملاحظہ ہو۔ سعید نفیسی، پور سینا صد ۱۵۲

نام تحریر کردیا ہے۔

تیسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ سلطان محمود شیخ کو کوئی بڑی اہمیت دینا نہیں چاہتا تھا جو اس کے گرفتار کرانے کے لئے کسی منجھے ہوئے گرگ باران دیدہ سفیر کو بھیجتا، وہ صرف فضلاء خوارزم کے ضمن میں اس کو غزنی بلانا چاہتا تھا اور ان فضلاء کی طلبی کا فریضہ جو ایک قسم کی ثقافتی مہم (CULTURAL MISSION) تھی ایک نوعمر امیر خواہ وہ خواجہ حسین بن علی میکال ہو یا کوئی اور غیر معروف میکال بہ سہولت انجام دے سکتا تھا اس کے لئے کسی خاص اہتمام کی ضرورت نہیں تھی۔

محققین یورپ میں سے زخاؤ (SACHAU) نے اس حکایت کے بارے میں لکھا ہے۔

(الف) "کن حالات میں اس نے اپنے وطن کو خیرباد کہا؟ یہ سوال اب تک ایسے قصہ کہانیوں میں الجھا ہوا ہے کہ مجھے خوف ہے کہ مشرق کے لئے ذیل کی سطور تاریخ کے ایک عمدہ اور باوقار چہرے پر ایک بدنما داغ ہے۔

(ب) یہ بیان واقعات کی کسوٹی پر پورا نہیں اترتا۔

(ج) یہ یقینی ہے کہ ابن سینا اور ابوسہل ۴۰۲ھ سے پہلے ہی خوارزم سے فرار ہو چکے تھے اور شاید ۳۸۷ھ سے بھی پہلے جب کہ ان کا مربی شاہزادہ علی بن مامون انتقال کرچکا تھا، اس لئے کہ ابن سینا جرجان پہنچنے کے فوراً بعد شمس المعالی (م ۴۰۳ھ) کے دربار سے وابستہ ہوگیا تھا۔

اس تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے کہ شیخ بوعلی سینا کو علاء الدولہ کے یہاں وزیر جیسا ہی منصب حاصل تھا اور اس لئے اگر نظامی عروضی نے یہ لکھا کہ "بہ وزارت شہنشاہ علاء الدولہ افتاد" تو اس میں کوئی تسامح نہیں ہے۔

یہی نہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ شیخ علاء الدولہ کا وہ باضابطہ وزیر تھا اور اس اعتراض میں خود

ناضل قزوینی سے عجلت پسندی کا اظہار ہوا ہے۔ مجھے یہ کہنے کی جسارت تو نہیں کرنا چاہیے کہ یہ ان کے قلت مطالعہ کا نتیجہ ہے، ہاں یہ ضرور عرض کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اگر وہ اس عہد کی دیگر تواریخ کو ملاحظہ فرماتے تو ایسا سقیم اعتراض نہ کرتے۔ حقیقت یہ ہے کہ شیخ کا علاء الدولہ کے یہاں وزیر خوش تدبیر ہونا اس زمانہ میں ایک مسلم تاریخی واقعہ تھا، اور مورخین اسے دیگر تاریخی حقائق کی طرح نقل کرتے تھے۔ ان مورخین روزگار میں سے ایک صدرالدین ابی الحسن بن ابی الفوارس ہے۔ اس کی کتاب "اخبار الدولۃ السلجوقیہ" شیخ کے بعد اگلی صدی میں لکھی گئی تھی۔ اصالۃً تو یہ سلاجقہ کی تاریخ ہے لیکن اس کے ابتدا میں سلجوقیوں کے پیش رَووں بالخصوص مسعود غزنوی کے عہد حکومت اور اس کی حروب و فتوحات کی تفصیل بھی ہے۔ مورخ نے مسعود کے سپہ سالار کے حملۂ اصفہان کے سلسلہ میں لکھا ہے۔

"وکان الشیخ الحکیم ابو علی ابن سینا رحمہ اللہ وزیر الملک علاء الدولہ"

مورخ مذکور کی پوری متعلقہ عبارت حسب ذیل ہے۔

"ثم سار ابو سھل الحمدونی (عمید خراسان) مع تاش فراش الی اصفھان مع جیوش غلاظ الارض وتشحن الطول منھا والعرض، فانھزم منھا الملک علاء الدولہ ابو جعفر واغاروا علی خزائنہ ودارہ وکان الشیخ الحکیم ابو علی بن سینا رحمہ اللہ وزیر الملک علاء الدولہ فاغار عسکر تاش فراش علی بیت کتب ابی علی ونقلوا اکثر تصانیفہ وکتبہ الی خزانۃ کتب غزنۃ وکانت فیھا مجموعۃ الی ان احرقھا حشم ملک الجبال الحسین بن الحسین"

رہا رے میں اسے وزیر بتانا تو اس تسامح کے لئے بھی نظامی عروضی زیادہ موردِ الزام نہیں ہے ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ اس نے یہ حکایت شیخ کی طبی حذاقت ثابت کرنے کے

لئے لکھی ہے نہ کہ اس کی زندگی کے جزئیات کی تفصیل کے لئے۔

اور البیرونی اور ابوالخیر نے پہلی مرتبہ ۴۰۸ھ کے بعد غزنہ جانے سے پہلے خوارزم کو خیرباد کہا جیسا کہ سطور ذیل سے مترشح ہوتا ہے، حالاں کہ

(د) مذکورۂ بالا بیان میں ان کے زمانۂ روانگی اور وجوہات جلاوطنی کے متعلق بالکل مختلف واقعات بلاسوچے سمجھے الجھا دئے گئے ہیں۔"

مگر یہ ۱۸۷۹ء کی بات ہے جب کہ الآثار الباقیہ ایڈٹ ہوئی تھی لیکن اس کے بعد اسلامیات کے بعض اہم ماخذ جیسے "تتمۂ صوان الحکمۃ" وغیرہ شائع ہو کر منظر عام پر آچکے ہیں اور ضرورت ہے کہ زخاؤ SACHAU کے اس قول پر نظر ثانی کی جائے۔ اور انھیں ماخذ کی روشنی میں زخاؤ کے دلائل پر تبصرہ کیا جارہا ہے

(الف) غالبًا زخاؤ (SACHAU) کا اشارہ ملاحدۂ باطنیہ کی انقلابی سرگرمیوں، ان کے خلاف امراء اسلام کی تادیبی کارروائیوں اور بالخصوص محمود غزنوی کے ابن سینا جیسے ملک الحکما (PRINCE OF THE PHILOSOPHERS) کی آزار رسانی کی طرف ہے۔ یہ مشرق کے لئے بدنما داغ ہو یا نہ ہو مگر اس فرقہ کا استیصال اور ابن سینا کی انقلابی سرگرمیوں کا سدباب وقت کی اہم ترین ضرورت تھا اور اگر محمود اس کی طرف توجہ نہ دیتا تو یقینًا فرائض جہاں بانی کی انجام دہی میں کوتاہی کا مرتکب قرار پاتا، آخر اس کی "بدنمائی" ادارۂ احتساب مذہبی (INSTITUTE OF INQUISITION) سے تو زیادہ نہیں ہے، لیکن یہ مجنونانہ تعصب مذہبی بھی مغربی ثقافت کی "درخشانی" کو کم نہ کرسکا۔

(ب) زخاؤ SACHAU نے ان واقعات کی تفصیل نہیں دی جن کی کسوٹی پر اس کے خیال میں یہ بیان پورا نہیں اترتا ورنہ اس پر تبصرہ کیا جاتا

(ج) غالبًا زخاؤ (SACHAU) کو وہ مصادر نہیں مل سکے تھے جو اب شائع ہو کر عام دسترس میں آگئے ہیں بالخصوص شیخ کی خود نوشت سوانح عمری، اسی لئے اس

کی عبارت میں یہ خلط مبحث ہے اور یہ واضح نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔

(د) شیخ کے بخارا سے جرجانیہ پہنچنے اور جرجانیہ سے جلا وطن ہونے کے متعلق تفصیل بڑی وضاحت کے ساتھ اوپر مذکور ہو چکی ہے، اس کا اعادہ تطویل لاطائل کا مصداق ہوگا۔

اس تفصیل سے واضح ہو گیا ہوگا کہ ہر چند نظامی عروضی کی عبارت میں (خواہ خود مصنف سے تسامح ہوا ہو یا ناقلین وناسخین اس کے ذمہ دار ہوں) کچھ ضرور تغیر ہوا ہے۔ مگر نفس واقعہ[1] واقعہ نفس الامری کا مصداق ہے

اور اس طرح چہار مقالہ کی یہ حکایت شیخ کی سوانح عمری کی باز تشکیل میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔

---

[1] یعنی شیخ کا جرجان پہنچنا اور قابوس کے بھانجے کے مرض عشق کا علاج کرنا۔ سیوانی ندوی

انتخاب الترغیب والترہیب

حصہ اول

مؤلفہ :- حافظ ذکی الدین المنذری ترجمہ :- مولوی عبداللہ صاحب دہلوی

اعمال خیر پر اجر و ثواب اور بدعملیوں پر زجر و عتاب پر متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن اس موضوع پر المنذری کی اس کتاب سے بہتر کوئی کتاب نہیں ہے، اس کتاب کے متعدد تراجم ہوئے مگر نامکمل ہی شائع ہوئے۔ کتاب کی افادیت اور اہمیت کے پیش نظر اس کی ضرورت تھی کہ اصل متن، تشریحی ترجمہ اور حواشی کے ساتھ ملا کر طبع کرایا جائے۔ ندوۃ المصنفین نے نئے عنوانوں اور نئی ترتیب کے ساتھ شائع کرنے کا پروگرام بنایا ہے جس کی یہ پہلی جلد آپ کے سامنے ہے۔ صفحات ۵۰۴ قیمت -/۱۲ مجلد -/۱۳

جلد دوم - زیر طبع -

ملنے کا پتہ :- ندوۃ المصنفین، اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶